مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تین نادر اور غیر مطبوعہ خطوط

ارشد محمود ناشاد*

[ا]

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی بیسویں صدی کے معروف دینی مفکر اور صاحبِ طرز ادیب تھے۔ انھوں نے جدید ذہنوں کو کچے پکے فلسفوں اور خام نظریوں سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات سے پاک کرنے اور دین کی حقیقی روشنی سے متعارف کرانے میں نہایت فعال کردار ادا کیا۔ ان کی زندگی کا زیادہ حصہ دین کی تعبیرِ جدید میں گزرا اور عہدِ جدید کے مسائل کو وہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں حل کرنے میں کوشاں رہے۔ ان کی حمایت بھی ہوئی اور مخالفت بھی۔ اُن کی پیش کردہ اسلام کی جدید تعبیر نے جہاں ذہنوں کو ایقان کی روشنی سے منور کیا وہیں نئے سوالات کا در بھی وا کیا۔ ان کے ارد گرد خلقِ خدا جمع رہی۔ انھوں نے ہر طبقہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد سے مکالمہ بھی کیا اور ان کو درپیش مسائل سے نکالنے کی سعی بھی کی۔ ان کی زندگی تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف کے لیے وقف رہی۔ انھوں نے فرد کے لیے بھی لکھا اور جماعت کے لیے بھی۔ اُن کا تحریری سرمایہ مقدار اور معیار ہر دو حوالوں سے وقیع بھی ہے اور ہمہ رنگ بھی۔ زندگی بھر اُن کا قلم رواں رہا اور دل کش اور جاذبِ توجہ اسلوبِ تحریر نے ہر موضوع میں زندگی کی نئی جوت جگادی۔ اسلوب کی یہ سحر کاری ان کی عمومی اور رسمی تحریروں میں بھی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

مولانا مودودی کا حلقۂ اثر دُور ونزدیک تک پھیلا ہوا تھا۔ اُن کی روزانہ کی مجالس میں ہر عام وخاص شریک ہو سکتا تھا، اس لیے قرب وجوار کے رہنے والے ان محافل میں شریک ہوتے اور مولانا کی حکمت بھری باتوں سے استفادہ کرتے، اپنے مسائل اور معاملات میں ان سے رہ نمائی حاصل کرتے مگر ایک بہت بڑا طبقہ ایسا تھا جو اپنی مصروفیات یا زمینی دُوری کے باعث ان کی صحبت نشینی سے محروم رہا۔ اس طبقے کے افراد نے اپنی ذہنی الجھنوں کے حل کے لیے خط کتابت کا سہارا لیا۔ مولانا مودودی ہر خط کا جواب باقاعدگی سے دیتے؛ مصروفیات کے بے پناہ دباؤ کے باوجود وہ ہر خط کا جواب خود لکھتے یا اپنے رفقا کو املا کرادیتے۔ مولانا سے محبت کرنے والے اصحابِ علم نے اُن کے سیکڑوں خطوط کو

* پروفیسر، شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

مجموعوں کی صورت میں جمع کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ مکاتیب بلاشبہ علم وحکمت کا گنجینہ ہیں اور ان کے آئینے میں بیسویں صدی کی علمی، مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی تاریخ کے کئی اہم رجحانات، واقعات اور معاملات زیرِ بحث آئے ہیں۔ اگرچہ مولانا کے مکاتیب کی جمع آوری کا کام منظم طریقے سے کیا گیا اور کئی اصحابِ علم نے مولانا کے زیادہ سے زیادہ مکاتیب جمع کرنے کی کوشش کی، جس میں انھیں کامیابی بھی ہوئی مگر مولانا کا جملہ مکاتیبی سرمایہ اشاعت آشنا نہ ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کے مکاتیب کے باقاعدہ مجموعوں کے علاوہ کئی غیر مطبوعہ مکاتیب مضامین کی صورت میں یہاں وہاں رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور کئی ہنوز گوشۂ گم نامی میں ہیں۔ مکتوب نگاری کی دم توڑتی روایت میں ایسے صاحبانِ نظر کے مکاتیب کی جمع آوری کی ضرورت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ خط یا مکتوب تحقیق کا بنیادی ماخذ ہے اور اس کے آئینے میں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کی شخصیت کے رنگ پوری صفائی کے ساتھ عکس فگن ہوتے ہیں۔ اسی احساس کے تحت زیرِ نظر مضمون کے ذریعے مولانا کے تین بے حد اہم خط مختصر مگر مفید حواشی کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ تینوں خط بیسویں صدی کے ایک معروف ادیب اور شاعر مرزا عزیز فیضانی دارا پوری (۱۹۰۰ء تا ۱۹۴۵ء) کے نام ہیں۔

[۲]

مرزا عزیز فیضانی دارا پوری کا شمار اپنے عہد کی متحرک اور فعال شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ صحیح معنوں میں ہمہ جہت انسان تھے۔ اُنھوں نے اگرچہ بہت کم عمر پائی مگر اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل پر مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ وہ بنیادی طور پر شاعر تھے مگر دوسرے علمی میدانوں میں بھی انھوں نے اہم خدمات انجام دیں۔ مرزا عزیز فیضانی کا تعلق مغل خاندان سے تھا۔ ان کے اجداد کنجاہ سے نقلِ مکانی کر کے دریائے جہلم کے کنارے رسول ہیڈ ورکس کے قریب آباد ایک گاؤں دارا پور میں آ بسے تھے۔ یہی گاؤں مرزا عزیز فیضانی کا مولد ومنشا ہے۔ وہ ۲۱/ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ بہ مطابق ۲۱/ مئی ۱۹۰۰ء میں مرزا شیر عالم دارا پوری کے گھر پیدا ہوئے۔ پرائمری کا امتحان اپنے گاؤں سے پاس کیا۔ گاؤں میں مزید تعلیم کا بندوبست نہ تھا اس لیے جہلم کے قریب ایک قصبے سنگھوئی کے مشن اسکول میں داخل ہو گئے اور وہاں سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ مرزا عزیز فیضانی کے والد اُن دنوں بہ سلسلۂ ملازمت ملتان میں مقیم تھے، اس لیے مزید تعلیم کے لیے وہ ملتان چلے گئے اور مشن اسکول، ملتان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد وہ اسلامیہ کالج، لاہور میں داخل ہوئے۔ مرزا عزیز کے والد سے ان کے بعض قریبی دوستوں نے کہا کہ تم ایک مذہبی اور علمی خاندان کے فرد ہو اور بیٹے کو رسمی اور دُنیاوی تعلیم دلا رہے ہو؟ دوستوں کی بات سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ فی الفور اپنے بیٹے کو کالج سے اُٹھا لیا۔ بعد میں مرزا عزیز فیضانی اپنے

تایا مولوی حکیم نور عالم کی تحریک پر اسلامیہ کالج میں ہی طب کی کلاسوں میں داخل ہو گئے۔ سال ڈیڑھ طب کی تعلیم حاصل کرتے رہے مگر اچانک شدید بیمار ہو گئے۔ بیماری نے طول پکڑا اور ان کی صحت بُری طرح متاثر ہوئی۔ خرابیِ صحت کے باعث حکمت کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق عمر بھر رہا۔ علمی و ادبی اور دینی کتابیں پڑھنے کا شوق انھیں بچپن سے تھا، اس لیے ادبی، علمی اور دینی کتابوں کے مطالعے کا سلسلہ جاری رہا۔

کچھ عرصے بے کار گزرانے کے بعد ایک اخبار میں ۷۵ روپے ماہ وار پر سب ایڈیٹر کے فرائض انجام دینے لگے۔ والدِ مکرم کو علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فوراً اخبار سے الگ ہونے کی تاکید کی۔ آپ نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور اخبار کی ملازمت ترک کر دی بعد ازاں انھی کے اصرار اور حکم پر انسپکٹر جنرل سول ہسپتال، پنجاب کے دفتر میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہ ملازمت اگرچہ اُن کے مزاج سے کسی طرح مطابقت نہیں رکھتی تھی مگر والد کے حکم کے باعث زندگی بھر اسی ملازمت سے وابستہ رہے۔ وفات کے وقت وہ اسٹور برانچ میں ہیڈ اسسٹنٹ کی اسامی پر کام کر رہے تھے۔ مرزا عزیز فیضانی جون ۱۹۴۵ء میں بیمار ہوئے، انھیں میو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا مگر مرض نے انھیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور چند دن کی بیماری کے بعد ۳/ جون ۱۹۴۵ء میں انتقال ہو گیا۔

مرزا عزیز فیضانی میں شعر و ادب کا ذوق فطری تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں انھوں نے شعر گوئی کا آغاز کیا اور بہت جلد اُن کا کلام اس وقت کے معروف رسائل اور اخبارات جیسے: صوفی، معارف، زمیندار، احسان، انقلاب، شبابِ اُردو، عالم گیر، شیرازہ اور حقیقتِ اسلام میں شائع ہونے لگا۔ شاعری میں اصلاح کے لیے انھوں نے شوکت میرٹھی سے سلسلہ جوڑا مگر ایک آدھ نظم کے علاوہ کلام بہ غرض اصلاح نہ بھجوا سکے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ذوقِ سلیم ہی اُن کا استاد اور رہنما رہا۔ نثری اصناف میں بھی انھوں نے طبع آزمائی کی۔ ان کے افسانے اور مضامین معروف ادبی اور علمی رسائل میں شائع ہو کر مقبولِ خلائق ہوئے۔ اُن کی شاعری ملی شاعری کا قابلِ افتخار نمونہ ہے۔ انھوں نے مولانا الطاف حسین حالی، علامہ محمد اقبال، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان اور دوسرے ملی شعرا کے خوانِ شعر سے استفادہ بھی کیا اور اس کی تقلید بھی کی اور اپنی اختراعی صلاحیتوں کے باعث ملی شاعری کی روایت میں کئی اضافے بھی کیے۔ اُن کے شعری کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے سیّد ضمیر جعفری رقم طراز ہیں:

> ہمارا شمار جناب عزیز فیضانی کے خوشہ چینوں میں ہوتا ہے۔ ہم نے بل کہ ہمارے پورے ادبی عہد نے عزیز فیضانی صاحب کے فیضانِ شعری میں آنکھ کھولی تھی۔ دریائے جہلم کے کنارے کنارے ادب کا ایک دوسرا دریا ان کی ذات میں ہماری زمینوں میں بہہ رہا تھا۔۔۔ اُن کا فن

اس دل کشا آرٹ کا مظہر ہے جو تھوڑے کو بہت اور مشکل کو آسان بنا دیتا ہے۔ یہ شاعری نہیں، دلوں کی کھیتیوں کو سیراب کرنے والا دوسرا دریائے جہلم ہے۔

[تحفۂ ضمیر مشمولہ: گلشنِ پنجاب؛ نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰]

ایک علمی اور دینی خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے مرزا عزیز فیضانی کا بیش تر شعری اور نثری سرمایہ دین کی خوشبو سے مہکتا ہے۔ انھوں نے کئی کتابیں تخلیق اور تصنیف کیں، افسوس کہ اُن کا بہت سا سرمایۂ نظم و نثر اُن کی مختصر زندگی میں منصۂ شہود پر جلوہ گر نہ ہو سکا اور اُن کے فرزندِ ارجمند ڈاکٹر محمود فیضانی کی سعی و کوشش سے پچاس سال بعد اُن کی کچھ کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ اس کے باوجود اُن کی کئی کتابیں ہنوز محرومیِ اشاعت کو ترستی ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبۂ اُردو کے اسکالر جناب مشتاق احمد نے ۱۹۹۷ء میں ان کی علمی و ادبی خدمات پر ڈاکٹر صابر کلوروی کی رہنمائی میں ایم فل کا وقیع مقالہ لکھا۔ مرزا عزیز فیضانی کی تصانیف و تالیفات درجِ ذیل ہیں:

۱۔ قصیدۂ عزیزیہ: مطبوعہ ۱۹۳۴ء

۲۔ چہل شعر فیضانی: رسوماتِ قبیحہ کی تردید میں چالیس اشعار پر مشتمل نظمیہ حقیقتِ اسلام میں شائع ہوا۔ بعد ازاں بنگلور کے ایک مخیر فرد نے کتابچے کی صورت میں چھپوا کر تقسیم کیا۔

۳۔ سی حرفی فیضانی بر معراجِ جسمانی (پنجابی): ۱۹۳۳ء

۴۔ شہادتِ اعدا بر فضیلتِ مصطفیٰ ﷺ: ۱۹۳۷ء

۵۔ اربعینِ فیضانی مع منظوم و منثور اُردو ترجمہ: ۱۹۳۹ء

۶۔ چار ہار (چار پنجابی سی حرفیاں): س ن

۷۔ الآثار فی الاشعار: دوصد احادیث کا منظوم و منثور ترجمہ: س ن۔

۸۔ فنِ تفسیر: پہلے یہ مضمون حقیقتِ اسلام میں بالاقساط شائع ہوا بعد ازاں ۱۹۳۷ء میں کتابی صورت میں طبع ہوا۔

۹۔ فتنۂ رہبانیت: اولاً گیارہ قسطوں میں حقیقتِ اسلام میں شائع ہوئی، ۱۹۴۰ء میں کتابی صورت میں طبع ہوئی۔

۱۰۔ متاعِ عزیز: فارسی اور اُردو کلام کا مجموعہ۔ مرزا عزیز کی وفات کے کم و بیش پچاس سال بعد اُن کے بیٹے ڈاکٹر محمود فیضانی نے شائع کیا۔

۱۱۔ گلشنِ پنجاب (پنجابی کلام): نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء۔

مندرجہ بالا مطبوعہ کتابوں کے علاوہ اُن کی کئی تصانیف ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کی چند اہم غیر مطبوعہ تصانیف یہ ہیں:

- ★ شعلہ زارِ عزیز
- ★ معین الشعراء
- ★ تجلیاتِ ایران
- ★ اشاریۂ فیضانی برمطالبِ قرآنی
- ★ خلیفۃ اللہ
- ★ سفرنامۂ فیضانی
- ★ سر گذشت (خود نوشت)

[۳]

ایک علمی خاندان سے تعلق رکھنے کے باعث مرزا عزیز فیضانی نے ابتدا ہی میں دینی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ قرآن و حدیث اور فقہ ٔ اسلامی کا گہرا مطالعہ کیا اور بعد ازاں دینی موضوعات پر اخبارات و رسائل میں نظم و نثر کی صورت میں اپنے مطالعات اور خیالات کا اظہار کرنے لگے۔ اپنے عہد کے معروف علما جیسے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابو الحسن ندوی، سید سلیمان ندوی، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ سے اُن کے تعلقات تھے اور ان سے اُن کا سلسلہ ٔ مراسلت بھی تھا۔ مرزا عزیز فیضانی نے گورنمنٹ چوبرجی کوارٹرز میں قیام کے زمانے میں مسلمانوں کی ایک انجمن قائم کی۔ وہاں ایک مسجد بنوائی جس میں باقاعدگی سے درسِ قرآن ہوتا تھا۔ بعد میں جب فردوسی اسٹریٹ، اسلامیہ پارک میں اپنا گھر بنایا تو یہاں بھی انجمن مسلمین کی بنیاد رکھی اور ایک غیر آباد مسجد کو آباد کیا۔ اس تنظیم کے صدر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور معتمد مرزا عزیز فیضانی تھے۔ تنظیم کے زیرِ اہتمام اسلامیہ پارک کی گلیوں کے نام حالی، شبلی، فردوسی، اقبال، صلاح الدین اور دوسرے مشاہیر کے ناموں پر رکھے گئے جنھیں لاہور میونسپلٹی نے منظور کیا۔ اس انجمن کے ذریعے انھیں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے قریب آنے اور استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ مولانا مودودی بھی اُن کے علمی اور ادبی کمالات کے معترف اور قدر دان تھے اور ان کی اختراعی صلاحیتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مرزا عزیز کے نام مولانا مودودی کے تین خط دست یاب ہوئے ہیں۔ ایک خط ۱۹۴۳ء کا جب کہ دو خط ۱۹۴۴ء کے مرقومہ ہیں۔ یہ زمانہ مرزا عزیز فیضانی کی پریشانی کا زمانہ ہے۔ اوپر نیچے انھیں کئی حادثات پیش آئے۔ جواں سال بیٹی، پھر برادرِ خورد اور اس کے بعد بیوی کے انتقال نے صحیح معنوں میں اُن کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اس کا اظہار انھوں نے یوں کیا ہے:

یہی قسمت میں لکھا تھا کہ اِک تھوڑے سے عرصے میں

برادر، دختر اور بیگم کو پیغامِ قضا پہنچے
مقدر کا لکھا تینوں کے حق میں ہو گیا پورا
وہ فردوسی گلی سے جنت الفردوس جا پہنچے

[متاعِ عزیز: ص ۲۶۱]

غم و آلام کی اس فضا میں مولانا مودودی ان کی ڈھارس بندھاتے ہیں اور بیمار بیوی کو تبدیلیِ آب و ہوا کے لیے اپنے ہاں بلواتے ہیں اگرچہ مرزا عزیز اپنی مصروفیات کے باعث اُن کے ہاں نہ جا سکے تاہم مکتوب نگار کا اخلاص اور مکتوب الیہ سے دلی محبت کا اظہار تو ہوتا ہے۔ متاعِ عزیز کے لیے کاغذ کی فراہمی میں بھی انھوں نے وعدہ کیا مگر افسوس کہ یہ مجموعہ ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا۔ مولانا کے یہ خط ان کی اخلاص کیشی، دردمندی اور دوست داری کے ترجمان ہیں۔ خطوط کا متن اور اس پر مختصر وضاحتی حاشیے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱)

ادارۂ دارالاسلام، پٹھان کوٹ

۱۳ مارچ ۴۳[۱۹ء]، ۶/ ربیع الاوّل ۶۳[۱۳ھ]

محترمی و مکرّمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ ملا۔ خدیجہ مرحومہ کی وفات سے جو صدمہ ہوا تھا، وہ اس کی صفاتِ حسنہ معلوم کر کے اور زیادہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس نیک روح کو علیین میں جگہ دے اور آپ کے لیے اس کے فقدان کو دُنیا میں تعلیمِ صبر اور آخرت میں اس صبر پر اجر کا ذریعہ بنائے[۱]۔ نیک لوگوں کی دُنیا میں ویسے ہی کمی ہے اور جب اس قدر قلیل میں کچھ اور کمی واقع ہوتی ہے تو دل کو اور زیادہ رنج ہوتا ہے۔ بہر حال مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ

منظوم ترجمۂ احادیث کا نام الآثار فی الاشعار مناسب ہے[۲]۔ آثار کا لفظ قولی احادیث کے لیے اصطلاحاً پہلے سے مستعمل ہے۔ امام طحاوی کی مشہور کتاب جس میں انھوں نے احادیث قولی و عملی اور صحابہ کرام کے تعامل سے احکامِ فقہی کے نظائر پیش کیے، اس کا نام انھوں نے شرح معانی الآثار رکھا ہے۔ متقدمین بالعموم اثر کا لفظ ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتے تھے، جس میں حضور نبی کریم صلعم کے اقوال و اعمال اور صحابہ کرام کے اقوال و اعمال سب شامل تھے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲)

۱۵ مئی ۴۴[۱۹ء]

محترمی و مکرّمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ حیدر آباد سے واپسی پر ملا۔ آپ کے بھائی صاحب کے انتقال کی خبر سُن کر دلی صدمہ ہوا۔ اُن کی نیک دلی اور نیکی [کے] کاموں میں اُن کا انہماک ایسی چیز نہ تھی جو قلب پر اپنا گہرا اثر چھوڑے بغیر رہ جاتی۔ اُن کا وجود محلہ [محلّے] کے لیے موجبِ برکت تھا۔ ایسے ایک مردِ صالح کا اُٹھ جانا صرف آپ ہی کے لیے ایک شخصی نقصان نہیں ہے بلکہ ان سب لوگوں کے لیے نقصان ہے، جو ان سے ایمانی رشتہ رکھتے تھے۔ اللہ اُن کی مغفرت فرمائے[۳]۔

آپ کی اہلیہ محترمہ کی طویل علالت موجبِ تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت بخشے۔ اگر تبدیلِ آب و ہوا اُن کے لیے مفید ہو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ آپ کچھ مدت کے لیے انھیں یہاں لے آئیں[۴]۔

نظموں کے مجموعہ [مجموعے] کی اشاعت کا ارادہ مبارک ہے۔ آپ کی نظمیں تو سحر حلال کا حکم رکھتی ہیں۔ میرے خیال میں "متاعِ عزیز" ہی موزوں ترین نام ہے[۵]۔ مرزا عزیز لکھنوی[۶] اب کوئی ایسی مشہور شخصیت نہیں رہے ہیں کہ یہ نام سُنتے ہی لوگوں کا ذہن انھی کی طرف منتقل ہو جائے۔ ترتیب بھی مناسب ہے۔ چوں کہ مجموعہ سامنے نہیں، اس لیے عرض نہیں کر سکتا کہ آپ کے مجوزہ عنوانات کے سوا کوئی اور عنوان بھی بڑھایا جا سکتا ہے یا نہیں۔

کاغذ کے متعلق عرض ہے کہ لاہور میں جو انتظام ہم نے کیا تھا، وہ تو ختم ہو گیا۔ سفر حیدرآباد کے سلسلہ [سلسلے] میں ہم نے کوشش کی کہ وہاں سے ہمیں کاغذ کی ایک معتد بہ مقدار ماہ وار ملنی شروع ہو جائے لیکن بہ مشکل ایک ٹن ماہ وار کا وعدہ ہوا ہے (اگرچہ ابھی قطعی فیصلہ نہیں ہوا)۔ ایک ٹن کے تقریباً ۴۰ ریم ڈبل بنتے ہیں۔ سرِ دست زیادہ سے زیادہ ہم کو تین مہینہ [مہینا] کا کاغذ بہ یک وقت مل سکے گا یعنی ۳ ٹن یا ۲۴۰ ریم سنگل۔ یہ ہماری ضرورت سے بہت کم ہے کیوں کہ ہماری کتابیں جو اس وقت فوراً طبع ہونی چاہییں، اُن کے لیے ہمیں ۳۵۰ ریم درکار ہیں۔ اس پہلی سہ ماہی میں جو کاغذ ہم کو ملے گا، اس سے تو ہم آپ کو حصہ نہ دے سکیں گے البتہ دوسری سہ ماہی کے کاغذ میں سے دس بارہ ریم آپ کو دیے جا سکتے ہیں بہ شرطے کہ آپ چار پانچ مہینہ [مہینے] کے اس توقف کو گوارا فرمائیں۔ کاغذ کی جو شرح قیمت ہم نے طے کی ہے وہ ۱۴ فی پونڈ ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۳)

۱۱ستمبر ۴۴[۱۹ء]

محترمی و مکرّمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ ملا اور دلی رنج ہوا۔ پے در پے صدمات سے آپ کے قلب پر جو کچھ گذری ہو گی، اُس کے تصور سے دُکھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان صدمات کو آپ کے لیے موجبِ اجر و مغفرت بنادے۔

میری رائے میں اب تو آپ کو کچھ مدت کے لیے چھٹی لے کر لاہور سے نکلنا چاہیے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑ جائے۔ تبدیلِ مقام سے بہ ہر حال کچھ نہ کچھ احساسِ رنج میں کمی ہو جاتی ہے[۷]۔

متاعِ عزیز کے لیے اگر آپ کو چھاپنے کی اجازت مل جائے تو کاغذ فراہم ہو سکتا ہے۔ کپور تھلہ میں ۲۰ ریم کاغذ ۲۷x۲۷ سائز کا موجود ہے جو ۱۴ فی پونڈ سے کچھ کم قیمت پر مل سکتا ہے۔ آپ لینا چاہیں تو مجھے فوراً لکھیں تا کہ میں کپور تھلہ میں اسے خرید لینے کے لیے آرڈر بھیج دوں[۸]۔

شاہ صاحب سے جہاں تک نقد روپے کا حساب کتاب تھا، اُسے صاف کر دیا ہے لیکن کاغذ ۴۸ ریم میں سے ایک شیٹ بھی نہیں دیا۔ جو واقعات آپ کو معلوم ہیں، اُن کے بعد آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ان سے راضی ہونے کا کیا سوال باقی رہ جاتا ہے[۹]۔

الحمدللہ کہ میں اور میرے اہل و عیال سب بہ خیر ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

حوالہ جات:

ا۔ خدیجہ قدسیہ، مرزا عزیز فیضانی کی دختر تھیں؛ خدیجہ قدسیہ بنتِ عزیز اُن کا تاریخی نام ہے جس سے ہجری سال ۱۳۴۷ھ نکلتا ہے۔ یہ اُن کی دوسری بیوی دخترِ کرم الٰہی کے بطن سے تھیں۔ خدیجہ کی پیدائش ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ مرزا فیضانی نے اس کا قطعۂ تاریخ یوں موزوں کیا:

بہ چشم نورِ چشم جلوہ ریز است
خدیجہ، ہم خدیجہ را کنیز است
ندا آمد کہ تاریخِ ولادت
"خدیجہ قدسیہ بنتِ عزیز" است
۱۳۴۷ھ

(متاعِ عزیز: ص۳۵۴)

افسوس! کہ آغازِ جوانی میں یہ دخترِ نیک اختر چل بسی، اس کی وفات پر مرزا عزیز فیضانی نے لکھا:

وفاتِ اُو در آغازِ جوانی
غمِ جاں سوز و دردِ حشر خیز است
بہ خاک آسودنِ لختِ جگر ہیں
کہ صد دردِ جگر بہرِ عزیز است

(متاعِ عزیز:ص۳۵۴)

۲۔ دو سو قولی احادیث کا منظوم و منثور ترجمہ۔ آلاثار فی الاشعار کی جلد اوّل مکتبۂ دارابی، لاہور سے پہلی بار ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی۔ شاعر اس طرح کے مزید مجموعے شائع کرنے کا آرزومند تھا مگر بعد میں یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

۳۔ مرزا عزیز فیضانی کے چھوٹے بھائی مرزا محبوب عالم کا انتقال ۱۹۴۴ء میں ہوا۔ ابھی بیٹی کا دکھ تازہ تھا کہ مرزا عزیز فیضانی کو بھائی کی وفات کا صدمہ سہنا پڑا۔

۴۔ سیّد مودودی نے اخلاص اور محبت کے ساتھ مرزا عزیز فیضانی کو تبدلِ آب وہوا کے لیے اور علیل بیوی کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی مگر اپنی مصروفیات کے باعث وہ مولانا کی مہمانی سے محروم رہے۔

۵۔ مرزا عزیز فیضانی نے اپنے اُردو اور فارسی کلام کے مجموعے کو متاعِ عزیز کا عنوان دیا مگر اُن کا خیال تھا کہ مجموعے کا نام سُنتے ہی لوگ اسے لکھنؤ کے معروف شاعر مرزا عزیز لکھنوی کی تخلیق خیال کریں گے۔ اسی خدشے کا اظہار انھوں نے مولانا مودودی کے نام خط میں کیا۔

۶۔ لکھنؤ میں اُردو کے مسلم الثبوت استاد شاعر۔ عزیز لکھنوی کا اصل نام مرزا محمد ہادی تھا۔ عزیز لکھنوی ۱۴ مارچ ۱۸۸۲ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ کم سنی میں والدِ گرامی کی رحلت کے باوجود پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد وہ مہاراجا محمود آباد کے بچوں کے اتالیق بنے اور زندگی بھر اسی خدمت پر مامور رہے۔ کئی نام ور شعرا اُن کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہیں، جن میں اثر لکھنوی، جگت موہن رواں اور جوش ملیح آبادی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ عزیز لکھنوی نے ۳۰ جولائی ۱۹۳۵ء کو وفات پائی۔

۷۔ قریبی عزیزوں کے پے در پے صدمات نے مرزا عزیز فیضانی کو بے حد متاثر کیا اور ان کی صحت مسلسل خراب رہنے لگی۔ مولانا مودودی نے انھیں لاہور سے کچھ عرصے کے لیے نکلنے اور آب وہوا تبدیل کرنے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے مولانا کے اس مشورے پر ایک نظم کہی، جو ”دفعِ غم کے لیے سفر کے مشورہ پر“ کے عنوان سے اُن کے مجموعہ کلام میں شامل ہے۔ نظم ملاحظہ ہو:

علاجِ درد کی خاطر سفر کا مشورہ کب تک
پئے دفعِ الم تبدیل ہوں آب وہوا کب تک
جو رخصت لے کے بھی جائیں تو فیضانی کہاں جائیں
کہ دارا پور کی دل کش، سکوں پرور فضا کب تک
نہیں ماں باپ بھی، بھائی بہن بھی چل بسے آخر
لیے بیٹھے رہیں اور اقربا کا آسرا کب تک
مکاں میں کب ہے وہ، غم کی فضا تو دل کے اندر ہے
مفید اس حال میں ہو گا سفر پردیس کا کب تک
جہاں جائیں گے دل تو ساتھ ہی جائے گا سینے میں
علاجِ درد ہو نقلِ مکانی میں بھلا کب تک
یہ جو کچھ ہم پہ ہے، حق بات تو یہ ہے کہ ہم سے ہے
تو پھر شور وفغاں کیسی، مقدر کا گلہ کب تک
خدا کا فضل ہی درکار ہے اس غم میں فیضانی
کہ آخر بے ثمر، بے فائدہ، آہ وبکا کب تک

(متاعِ عزیز:ص ۲۶۲)

۸۔ متاعِ عزیز کی اشاعت کے لیے مولانا مودودی نے جب کچھ کاغذ فراہم کرنے کی نوید سُنائی تو مرزا عزیز فیضانی کاتب کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابھی کاتب کا انتظام نہ ہوا تھا کہ فرشتۂ اجل سامنے آ کھڑا ہوا۔ مرزا عزیز فیضانی ۳ جون ۱۹۴۵ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے اور متاعِ عزیز کی اشاعت کا منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچا۔ انھوں نے اپنے وصیت نامے میں چند اہلِ علم اصحاب کو اس مجموعے کی اشاعت کے لیے نام زد کیا تھا مگر افسوس کہ اُن کی وصیت پر بھی عمل نہ ہو سکا اور نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد اُن کے فرزندِ ارجمند مرزا محمود فیضانی نے فیضانی ملّی لائبریری، ایبٹ آباد سے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس مجموعے میں مرزا عزیز کا فارسی اور اُردو کلام شامل ہے۔

۹۔ شاہ صاحب کا اشارہ کن کی طرف ہے، معلوم نہیں۔ اندازہ ہے کہ یہ لاہور کے کاغذ فروش تھے۔

فہرست اسناد محولہ:

مشتاق احمد، ۱۹۹۵ء، مرزا عزیز فیضانی داراپوری: احوال و آثار، مقالہ برائے ایم فل (اُردو)، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

عزیز فیضانی، مرزا، س ن، متاعِ عزیز، فیضانی ملّی لائبریری، ایبٹ آباد

______ سرگذشت، غیر مطبوعہ: عکس مملوکہ ارشد محمود ناشاد

______، ۲۰۰۸ء، گلشنِ پنجاب، نشریات، لاہور

محمود فیضانی، ڈاکٹر، ۲۰۰۸ء، چند بزرگ ہم عصر، شاہکار بک فاؤنڈیشن، لاہور

(۶)

رسالہ **ترجمانُ القرآن** ماہوار

جمال پور، پٹھان کوٹ، پنجاب
AMALPUR
Pathankot (Pb.)

شمارہ............ مورخہ......۱۵ اپریل ۴۲ء......

محترمی و مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

عنایت نامہ حیدرآباد سے واپسی پر ملا۔ آپ کے بھائی صاحب کے انتقال کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔ انکی نیک دلی اور نیکی کاموں میں ان کا انہماک ایسی چیزیں تھیں جو قلب پر اپنا گہرا اثر چھوڑے بغیر نہ رہ جاتی۔ ان کا وجود کنبہ کے لیے موجب برکت تھا۔ ایسے ایک مرد صالح کا اٹھ جانا صرف آپ ہی کے لیے ایک شخصی نقصان نہیں ہے بلکہ ان سب لوگوں کا بھی نقصان ہے جو ان سے ایمانی رشتہ رکھتے تھے۔ اللہ انکی مغفرت فرمائے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ کی طویل علالت موجب تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت بخشے۔ اگر تبدیل آب وہوا ان کے لیے مفید ہو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ آپ کچھ مدت کے لیے انہیں یہاں لے آئیں۔

نظموں کے مجموعہ کی اشاعت کا ارادہ مبارک ہے۔ آپ کی نظمیں تو سحر حلال کا حکم رکھتی ہیں۔ میرے خیال میں "متاع عزیز" ہی موزوں ترین نام ہے۔ مرزا عزیز لکھنوی اب کوئی ایسی مشہور شخصیت نہیں رہے ہیں کہ یہ نام سنتے ہی لوگوں کا ذہن انہی کی طرف منتقل ہو جائے۔ ترتیب بھی مناسب ہے۔ چونکہ مجموعہ سامنے نہیں، اسلیے عرض نہیں کر سکتا کہ آپ کے مجوزہ عنوانات کے سوا کوئی اور عنوان بھی بڑھایا جا سکتا ہے یا نہیں۔

کاغذ کے متعلق یہ عرض ہے کہ لاہور میں جو انتظام ہم نے کیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ سفر حیدرآباد کے سلسلہ میں ہم نے کوشش کی کہ وہاں سے ہمیں کاغذ کی ایک معتدبہ مقدار ماہوار ملنی شروع ہو جائے۔ لیکن مشکل ایک ٹن ماہوار کا وعدہ ہوا ہے (اگرچہ ابھی قطعی فیصلہ نہیں ہوا)۔ ایک ٹن کے تقریباً ۸۰ ریم ڈبل بنتے ہیں۔ سردست زیادہ سے زیادہ ہم کو تین مہینہ کا کاغذ بیک وقت مل سکتا، یعنی ۳ ٹن یا ۲۴۰ ریم ڈبل۔ یہ ہماری ضرورت سے بہت کم ہے، کیونکہ ہماری جو کتابیں اس وقت فوراً طبع ہونی چاہییں ان کے لیے ہمیں ۳۵۰ ریم درکار ہیں۔ اس پہلی سہ ماہی میں جو کاغذ ہم کو ملے گا اس میں سے تو ہم آپ کو حصہ نہ دے سکیں گے۔ البتہ دوسری سہ ماہی کے کاغذ میں سے دس بارہ ریم ہم آپ کو دے سکتے ہیں بشرطیکہ آپ چار پانچ مہینے کا اس توقف گوارا فرمائیں۔ کاغذ کی جو شرح قیمت ہم نے طے کی ہے وہ ۱۸ روپے فی ریم ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

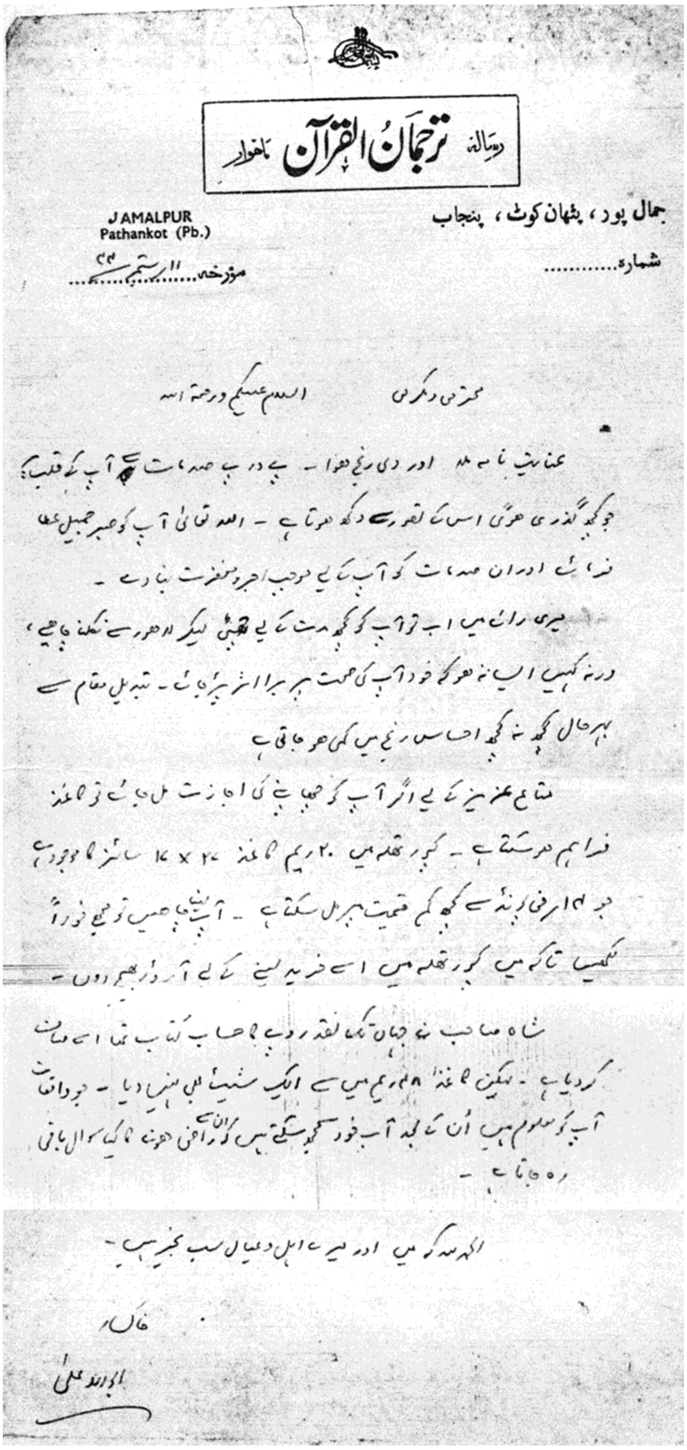

رسالہ **ترجمان القرآن** ماہوار

جمال پور، پٹھان کوٹ، پنجاب

JAMALPUR
Pathankot (Pb.)

شمارہ........

مورخہ ۱۱ ستمبر ۴۴

محترمی و مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا اور دلی رنج ہوا۔ پے در پے صدمات جو آپ کے قلب پر جو کچھ گذری ہوگی اس کے تصور سے دکھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان صدمات کو آپ کے لیے موجب اجر و مغفرت بنا دے۔

میری رائے میں اب تو آپ کو کچھ مدت کے لیے چھٹی لیکر لاہور سے نکلنا چاہیے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود آپ کی صحت پر برا اثر پڑ جائے۔ تبدیل مقام سے بہر حال کچھ نہ کچھ احساس رنج میں کمی ہو جاتی ہے

متاع عزیز کے لیے اگر آپ کو چھاپنے کی اجازت مل جائے تو کاغذ فراہم ہو سکتا ہے۔ کپور تھلہ میں ۲۰ ریم کاغذ ۲۲ × ۱۷ سائز کا موجود ہے جو ۱۴ ار فی پونڈ سے کچھ کم قیمت پر مل سکتا ہے۔ آپ چاہیں تو مجھے فوراً لکھیں تاکہ میں کپور تھلہ میں اسے خرید لینے کے لیے آرڈر بھیج دوں۔

شاہ صاحب نے جہاں تک نقد روپے کا حساب کتاب تھا اسے صاف کر دیا ہے۔ لیکن کاغذ ۱۸ ریم میں سے ایک شیٹ بھی نہیں دیا۔ جو واقعات آپ کو معلوم ہیں اُن کے بعد آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے راضی ہونے کا کیا سوال باقی رہ جاتا ہے۔

الحمد للہ کہ میں اور میرے اہل و عیال سب بخیر ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

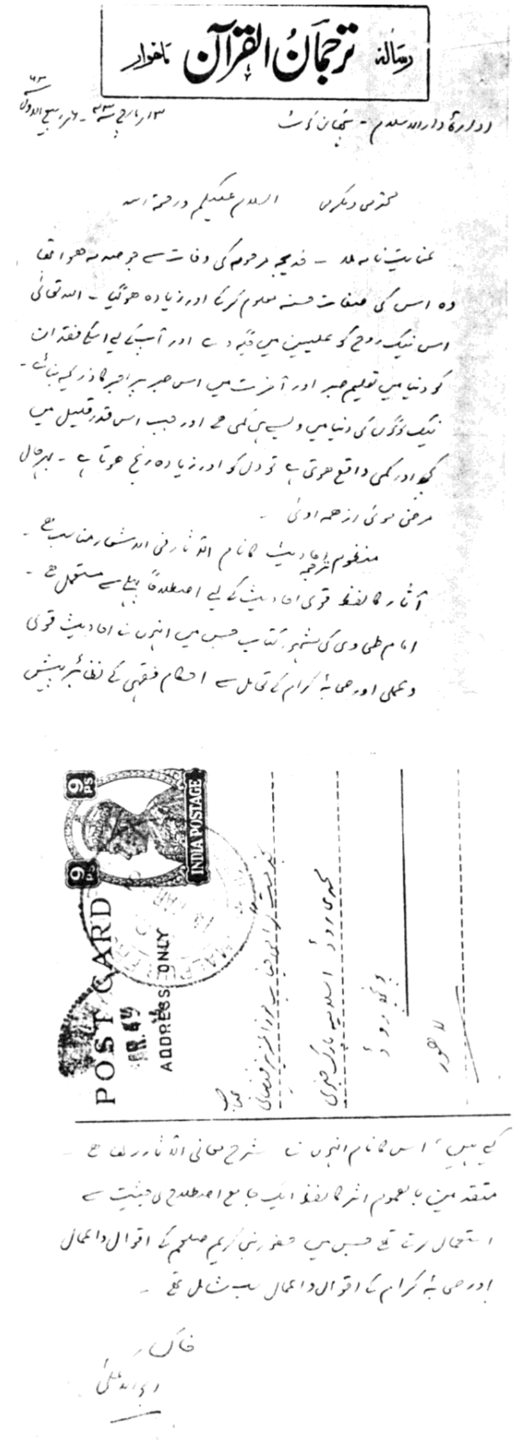

رسالہ ترجمان القرآن ماہوار

ادارۂ دار الاسلام - پٹھان کوٹ ۱۳ مارچ ۴۳ء - ۶ ربیع الاول ۶۲ھ

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا - خدیجہ مرحومہ کی وفات سے جو صدمہ ہوا تھا
وہ اس کی صفات حسنہ معلوم کرکے اور زیادہ ہو گیا - اللہ تعالیٰ
اس نیک روح کو علیین میں جگہ دے اور آپ کے لیے اس کے فقدان
کو دنیا میں تعلیم صبر اور آخرت میں اس صبر پر اجر کا ذریعہ بنائے -
نیک لوگوں کی دنیا میں ویسے ہی کمی ہے اور جب اس قدر قلیل میں
کچھ اور کمی واقع ہوتی ہے تو دل کو اور زیادہ رنج ہوتا ہے - بہر حال
مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ -

منظوم ترجمہ احادیث کا نام آثار نبی [illegible] مناسب ہے -
آثار کا لفظ قولی احادیث کے لیے اصطلاحاً پہلے سے مستعمل ہے -
امام طحاوی کی مشہور کتاب جس میں انہوں نے احادیث قولی
و عملی اور صحابہ کرام کے تعامل سے احکام فقہی کے نفاذ پر بحث
کی ہے اس کا نام انہوں نے شرح معانی الآثار رکھا ہے -
متقدمین بالعموم اثر کا لفظ ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے
استعمال کرتے تھے جس میں حضور نبی کریم صلعم کے اقوال و اعمال
اور صحابہ کرام کے اقوال و اعمال سب شامل تھے -

خاکسار
ابو الاعلیٰ

Abstract

This article presents three unpublished letters of Maulana Syed Abul A'ala Maududu to Mirza Aziz Faizani Darapuri. Darapuri was a poet, prose writer and newspaper editor of many known news outlets reckoned to contribute their best. The article provides details of works by Darapuri. In its beginning, the article presents briefly the style of Maulana epistles. In one of his letters, Maulana shed light on using word *aasar* and proved it with credible sources. Maulana advising Darapuri to provide suitable title for his peotic collection. The letters show that the authors had concerns due to scanty supply of papers in market. Maulana offered solutions to deal with short supply of papers. Darapuri was advised to travel in order to cope up with the sad incidents of his life as Mualana found it necessary to change place of his living during the sad ordeal of events in order to mitigate.

Keywords: Mirza Aziz Faizani Darapuri, Maulana Syed Abul A'ala Maududi